کرامت بخاری کے شخصی و ادبی محاسن

The Personal and Literary Traits of Karamat Bukhari

محمد انور [i]

Abstract:

This research study presents a comprehensive and analytical study of the personality and literary contributions of Karamat Bukhari, a distinguished contemporary figure in Urdu literature. The study explores the multifaceted aspects of his creative journey, establishing him as a significant poet and critic of his era. The primary objective of this research is to analyze the thematic and stylistic dimensions of his work, tracing the influence of his personal experiences and intellectual disposition on his literary output. The study is divided into three main parts: an examination of his art as a ghazal poet, a poet of 'nazm' (poem), and a critic. As a ghazal writer, his poetry is deeply rooted in classical tradition yet reflects modern sensibilities, characterized by simplicity, eloquence, and the masterful use of Sahl-e-Mumtana. His thematic canvas covers love, human relationships, and socio-political consciousness, often employing the metaphor of Karbala. As a poet of 'nazm', he demonstrates remarkable versatility in both subject matter and form. His critiques, primarily impressionistic, reflect a constructive and encouraging approach toward contemporary writers. This study concludes that Karamat Bukhari's sincere and profound artistic expression has secured him a unique and respectable position in modern Urdu literature, making his work a valuable asset for readers and future researchers.

Keywords: *Karamat Bukhari, Ghazal, Nazm, Impressionistic Criticism, Modern Urdu Poetry, Pakistani Literature.*

یہ مقالہ عصرِ حاضر کے ممتاز شاعر و نقاد کرامت بخاری کی شخصیت اور فن کا ایک جامع اور تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد کرامت بخاری کے تخلیقی سفر کی ہمہ جہت شخصیت کا جائزہ لینا اور ان کے فن پر ان کے سوانحی پس منظر اور فکری رجحانات کے اثرات کو واضح کرنا ہے۔ مقالے میں ان کی ادبی خدمات کو تین مرکزی حصوں غزل گوئی ، نظم نگاری ، اور تنقیدمیں تقسیم کر کے ان کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ بحیثیت غزل گو ، ان کی شاعری کلاسیکی روایت کی پاسدار ہونے کے ساتھ ساتھ جدید حسیت کی بھی عکاس ہے ، جس کی نمایاں خصوصیات میں سادگی ، سلاست اور سہلِ ممتنع شامل ہیں۔ ان کے موضوعات محبت ، انسانی رشتوں اور کربلا کے استعارات سے لے کر گہرے سماجی شعور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ بحیثیت نظم نگار ، وہ موضوع اور ہیئت دونوں سطحوں پر فنی پختگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان کا تنقیدی اسلوب بنیادی طور پر تاثراتی ہے ، جس میں نئے لکھنے والوں کے لیے تحسین اور حوصلہ افزائی کا عنصر غالب ہے۔ تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ کرامت بخاری کا سچا اور کھرا تخلیقی اظہار انہیں جدید اردو ادب میں ایک منفرد اور معتبر مقام عطا کرتا ہے اور ان کا کام اردو ادب کے قارئین اور محققین کے لیے ایک گراں قدر اثاثہ ہے۔

کلیدی الفاظ: کرامت بخاری ، غزل ، نظم ، تاثراتی تنقید ، جدید اردو شاعری ، پاکستانی ادب۔

عصرِ حاضر کی اردو شاعری اپنی روایت سے جڑی رہنے کے ساتھ ساتھ جدید حسیت اور اسلوب کے نت نئے تجربات سے بھی مزین ہے۔ اس منظر نامے میں جن شعرا نے اپنی منفرد آواز اور ہمہ جہت شخصیت سے ادبی حلقوں میں اپنی پہچان بنائی ہے، ان میں کرامت بخاری کا نام نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ کرامت بخاری بنیادی طور پر ایک شاعر ہیں لیکن ان کی ادبی خدمات کا دائرہ غزل اور نظم سے لے کر تاثراتی تنقید تک

[i] سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ ، ضلع تونسہ شریف (Corresponding Author)

پھیلا ہوا ہے۔ ان کی شاعری میں کلاسیکی رچاؤ اور جدید فکری رجحانات کا ایک حسین امتزاج پایا جاتا ہے جو انھیں اپنے ہم عصروں میں ممتاز کرتا ہے۔ ان کے اسلوب کی پختگی اور سادگی و سلاست کا اعتراف اردو ادب کی نام وَر شخصیات نے کیا ہے۔ احمد ندیم قاسمی ان کی غزل گوئی کو اردو کی ایک مضبوط روایت کا تسلسل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ہمارے نوجوان شاعر کرامت بخاری نے اپنی شاعری میں اس روایت کو آگے بڑھایا ہے جسے حسرت موہانی نے بھر پور انداز میں اپنایا اور یوں غزل میں سادگی اور سلاست کا ایک باقاعدہ رجحان پیدا کیا۔ یہ خان حسرت موہانی ہی سے خاص نہیں ہے، ان سے پہلے میر تقی میر نے سادگی اور سلاست کا اعجاز دکھایا اور پھر غالب نے طرزِ بیدل کو ترک کر کے سادگی اور سلاست اختیار کی۔ اب کرامت بخاری فن کے اس میدان میں اُترا ہے اور ان کے اندازِ شعر گوئی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے غزل میں سادگی کی خاص مشق بہم پہنچائی ہے۔[۱]

کرامت بخاری کا فن صرف غزل تک محدود نہیں بلکہ ان کی نظمیں اور تنقیدی تحریریں بھی ان کی فکری گہرائی اور وسیع مشاہدے کی عکاس ہیں۔ ان کی شاعری میں موجود کربِ ذات، انسانی رشتوں کی نزاکت، سماجی شعور اور تہذیبی اقدار کا تجزیہ عہدِ حاضر کے ادبی رجحانات اور انسانی مسائل کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوگا۔ ڈاکٹر سجاد باقر رضوی کے بقول ان کی شاعری میں ایک نئی فضا ملتی ہے:

> اردو شاعری میں ایک تازہ فضا لے کر آنے والے نوجوان شاعر کرامت بخاری جذبے کا خلوص، احساس کی صداقت، اور حیاتی تجربے کی تازگی سمیٹے پختہ عزم کے ساتھ اور پورے اعتماد کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ ان کی شاعری میں آپ کو وہ نئی فضا ملے گی جس کی سوندھی مہک نئے امکانات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔[۲]

لہٰذا، اس "نئی فضا" اور اس کے تمام تخلیقی عناصر کا تجزیاتی مطالعہ کریں تو اس میں جو دردمندی، تہذیبی رچاؤ اور انسانی رشتوں کا پاس نظر آتا ہے، اس کی جڑیں ان کی زندگی کے نشیب و فراز اور شخصی اوصاف میں پیوست ہیں۔

کرامت بخاری ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو ضلع میانوالی کے ایک دور افتادہ اور پسماندہ قصبے "ہرنولی" کے ایک سادات گھرانے میں پیدا ہوئے[۳]۔ ان کا بچپن غربت، تنگ دستی اور محرومیوں کے درمیان گزرا۔ وہ اپنے آبائی قصبے کے ماحول کی عکاسی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ہرنولی ایک لق و دق صحرا اور جنگل تھا۔ ٹیلے، اُڑتی ہوئی ریت، بگولوں کا سفر اور چلتی ہوئی اونٹوں کی قطار میں سب انسانی تہذیب کے وہ کٹھن مراحل ہیں جو ایک حساس ذہن کو انسانی زندگی کے ارتقاء، اس کی پس ماندگی، تہذیبی اساس، سوچ، فکر اور مشاہدہ کا مواد مہیا کرتے ہیں۔[۴]

ان کے والد سید زوار حسین شاہ محکمہ انہار میں ملازم تھے، جن کے تبادلوں کے باعث کرامت بخاری نے ابتدائی تعلیم بھکر کے مختلف دیہی علاقوں میں حاصل کی۔ ان نامساعد حالات کے باوجود انھوں نے تعلیمی سفر جاری رکھا اور اپنی ذہانت کے بل بوتے پر نمایاں کامیابیاں حاصل کیں۔ ڈاکٹر اجمل نیازی ان کے تعلیمی سفر کا خاکہ یوں پیش کرتے ہیں:

> گورنمنٹ ہائی سکول بھکر سے میٹرک اور گورنمنٹ ڈگری کالج بھکر سے بی اے کیا۔ کالج میگزین کا ایڈیٹر بنایا گیا۔ کالج یونین کا جنرل سیکرٹری اور نائب صدر منتخب ہوا۔ ۱۹۸۰ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم اے سیاسیات کیا۔[۵]

اعلیٰ تعلیم کے حصول کے بعد کرامت بخاری نے سی ایس ایس میں کامیابی حاصل کی اور ۱۹۸۲ء میں اکاؤنٹس گروپ میں آ گئے[۶]۔ اپنی پیشہ ورانہ زندگی کے دوران وہ اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل، ڈائریکٹر انکم ٹیکس آڈٹ، اور فنانشل ایڈوائزر ایسے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ اپنی سرکاری مصروفیات کے ساتھ ساتھ ان کا ادبی سفر بھی جاری رہا۔ ان کی تخلیقات ملک کے مؤقر ادبی جرائد مثلاً نقوش، فنون، سیپ، اوراق اور ماہِ نو میں تسلسل سے شائع ہوتی رہیں۔ ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں انھیں نیشنل بک فاؤنڈیشن ایوارڈ، خواجہ فرید سنگت ایوارڈ اور دیگر کئی اعزازات سے نوازا گیا۔

کرامت بخاری کی شخصیت محبت، دردمندی، تحمل اور سادگی کا حسین امتزاج ہے۔ وہ ایک ایسے انسان ہیں جو دوسروں کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتے ہیں اور منافقت، جھوٹ اور حسد سے شدید نفرت کرتے ہیں۔

ان کی شخصیت کی تعمیر میں ان کے سادات گھرانے کی روایات اور ان کے والد کی سخت گیر تربیت کا گہرا اثر ہے۔ ان کے بھائی اشفاق حسین بخاری ان کے رویے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمیں کرامت جیسے ایک شفیق بھائی اور دوست ملے ہیں۔ ہمیں کبھی والدین کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ وہ ہمارا بہت خیال کرتے ہیں۔''[۷] جب کہ گھریلو زندگی میں وہ ایک محبت کرنے والے شوہر اور ذمہ دار باپ کا کردار نبھاتے ہیں۔ ان کی اہلیہ عصمت زہرا کے مطابق ''کرامت بہت خیال کرنے والے خاوند ہیں۔ میری تمام ضروریات کا بہت خیال رکھتے ہیں۔''[۸]

یہی شخصی اوصاف ان کے ادبی نظریات پر بھی اثرانداز ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک ادب برائے زندگی ہے اور قلم کا مقصد معاشرے کی اصلاح اور انسانیت کی بھلائی ہے۔ وہ قلم کو انبیاء کی میراث سمجھتے ہیں جس کا کام قصیدہ خوانی نہیں بلکہ خیر کی قوتوں کو مضبوط کرنا ہے۔ ان کی شخصیت کی یہی سچائی اور خلوص ان کے فن میں بھی جھلکتا ہے اور انھیں ایک منفرد اور معتبر تخلیق کار بناتا ہے۔

غزل اردو شاعری کی سب سے مقبول اور توانا صنف رہی ہے، اور کرامت بخاری کے فنی اظہار کا بنیادی حوالہ بھی غزل ہی ہے۔ ان کی غزل کلاسیکی روایت کے گہرے شعور اور جدید دور کے فکری تقاضوں کا سنگم ہے۔ وہ میرؔ، حسرتؔ اور ناصر کاظمیؔ کی روایت کے امین نظر آتے ہیں، لیکن ان کا لب و لہجہ اور موضوعات کا تنوع انھیں ایک منفرد شناخت عطا کرتا ہے۔ ان کی غزل میں جذبے کا خلوص، احساس کی سچائی اور زندگی کے تجربات کی تازگی نمایاں ہے۔ افتخار عارف ان کی تخلیقی انفرادیت کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں سیف، عدم اور ناصر کاظمی کے قبیلے کا شاعر قرار دیتے ہیں۔[۹]

کرامت بخاری کی غزل کا کینوس بہت وسیع ہے جو محبت اور انسانی رشتوں سے لے کر سماجی و تہذیبی مسائل تک پھیلا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک زندگی کی سب سے بڑی قدر محبت ہے، اور وہ اس کے تمام دکھ سکھ کو اپنی شاعری کا موضوع بناتے ہیں۔ ان کا شعر ہے:

دل کو کہاں قبول دماغوں کے فیصلے
دل تو محبتوں کے قبیلے کا فرد ہے[۱۰]

وہ غمِ جاناں کو غمِ دوراں سے الگ نہیں کرتے۔ ان کی شاعری میں فرد کی تنہائی، شکستِ انا کے دکھ اور منافقت سے پیدا ہونے والے سماجی کرب کا اظہار بھی ملتا ہے۔ آج کے سیاسی و معاشرتی حالات کی

عکاسی اس شعر میں ملاحظہ ہو:

غمِ دوراں کی باتوں میں، غمِ جاناں کی راتوں میں
کٹے گا زندگی کا یہ سفر آہستہ آہستہ"

ان کی شاعری کا ایک انتہائی اہم اور طاقت وَر استعارہ "کربلا" ہے۔ سادات گھرانے سے تعلق کے سبب پیاس، صحرا، تشنگی اور ہجرت کی کیفیات ان کے لاشعور کا حصہ ہیں اور ان کی شاعری میں علامتی رنگ اختیار کر لیتی ہیں۔ ان کے پہلے شعری مجموعے کا نام تشنگی بھی اسی فکری پس منظر کا عکاس ہے۔ ڈاکٹر اجمل نیازی کے بقول "تشنگی سے دھیان کربلا کے پیاسوں کی طرف چلا جاتا ہے"[۱۲]۔ کرامت بخاری خود کہتے ہیں:

صحرا کا کرب ہوں میں سمندر کی پیاس ہوں
زندہ ہوں اس لیے کہ حوادث شناس ہوں [۱۳]

کرامت بخاری کے اسلوب کی سب سے بڑی خوبی سادگی، سلاست اور بے ساختگی ہے۔ وہ مشکل پسندی سے گریز کرتے ہوئے سادہ الفاظ میں گہری بات کہنے کے فن سے آشنا ہیں۔ ان کا یہ انداز "سہلِ ممتنع" کی بہترین مثال ہے، جہاں بظاہر آسان نظر آنے والے اشعار اپنے اندر معانی کی ایک دنیا رکھتے ہیں:

من میں آگ لگا دیتا ہے
ساون اور سزا دیتا ہے[۱۴]

ان کی ایک اور فنی خصوصیت مختصر بحروں کا انتہائی خوب صورت و برمحل استعمال ہے۔ وہ چند الفاظ میں مکمل خیال یا کیفیت بیان کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ یہ اختصار ان کی شاعری کو مزید پر تاثیر بناتا ہے:

جتنے اونچے گھر
اُتنے پُر اسرار[۱۵]

ان کا لب و لہجہ دھیما اور نرم ہے، لیکن اس میں ایک ٹھہراؤ اور وقار پایا جاتا ہے۔ یہ تمام فنی اور فکری خصوصیات مل کر ان کی غزل کو ایک ایسا منفرد آہنگ عطا کرتی ہیں جو براہِ راست قاری کے دل پر اثر کرتا ہے اور انھیں عہدِ حاضر کے ایک معتبر غزل گو شاعر کے طور پر قائم کرتا ہے۔

کرامت بخاری نے نظم کی صنف میں بھی اپنی فنی پختگی اور فکری گہرائی کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ ان کی نظمیں موضوعات کے تنوع، ہیئت کے تجربات اور جدید حسیت کی بہترین عکاس ہیں۔ وہ انجمنِ

پنجاب سے شروع ہونے والی جدید نظم کی روایت اور حلقۂ اربابِ ذوق کے فکری تسلسل کی ایک اہم کڑی نظر آتے ہیں۔ اکرام الحق ان کی نظم نگاری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے کلام سے ''ایک بڑے شاعر کا ظہور دکھائی دیتا ہے۔''[۱۶]

کرامت بخاری کی نظموں میں فطرت، معاشرتی مسائل، داخلی کیفیات اور انسانی نفسیات جیسے متنوع موضوعات ملتے ہیں۔ انھوں نے موسموں کو ایک بڑے استعارے کے طور پر استعمال کیا ہے۔ ان کی نظم ''خزاں'' میں زندگی کی بے ثباتی اور امید کا پیغام ایک ساتھ نظر آتا ہے:

اگر ہوا کا رخ بدلے تو اُسے کہنا
میں زندگی کی اُداس شاخوں کا زرد پتا
تمھاری تند اور تیز لہروں سے گر پڑوں گا
مگر یہ موسم، اداس لمحے، ہوا یہ جھونکے
انھیں بتا دو کہ شاخِ جاں پہ جو زخم ہو گا
بدلتے موسم کی زندگی اسے پُر کرے گی[۱۷]

اسی طرح وہ اپنے عہد کے تلخ سماجی حقائق اور مادی اقدار پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ ان کی نظم ''اگر تم بیچنا چاہو'' میں آج کے معاشرے کی حقیقت نگاری ملاحظہ ہو:

یہ دُنیا ہے
یہاں آواز بکتی ہے، یہاں تصویر بکتی ہے
یہاں پر حرف کی حرمت، یہاں تحریر بکتی ہے[۱۸]

ان کی نظموں کا ایک بڑا حصہ ان کی داخلی کیفیات اور ذات کے کرب کا ترجمان ہے۔ ان کا تعلق تھل کے صحرائی علاقے سے رہا، اور یہ محرومی اور تشنگی کا احساس ان کی نظم ''میں صحرا ہوں'' میں شدت سے اُبھرتا ہے:

میں صحرا ہوں
مری مٹی نہ جانے کب سے بارش کو ترستی ہے
مری جلتی ہوئی بے خواب آنکھوں نے
ہر اک موسم، برستی رُت نہیں دیکھی[۱۹]

کرامت بخاری نے نظم کی مختلف ہیئتوں، خصوصاً آزاد نظم، میں کامیاب تجربات کیے ہیں۔ وہ الفاظ کے مناسب استعمال اور مصرعوں کی ترتیب سے ایک منفرد آہنگ اور موسیقیت پیدا کرتے ہیں۔ ان کی آزاد نظموں میں اندرونی توانائی اور خوب صورت روانی پائی جاتی ہے۔ ان کی نظم ''تمھاری آنکھیں'' اس کی عمدہ مثال ہے:

تمھاری آنکھیں خوشی کی خواہش لیے ہوئی تھیں
تمھاری سوچوں میں عہدِ ماضی کی سلوٹیں تھیں
تمھارے گیسو، گھومرتی گھمرتی گھٹاؤں کے کچھ گھنیرے بادل بنے ہوئے تھے
قدم بڑھائے، نظر جھکائے، بدن چرائے تم آ رہی تھیں[۲۰]

وہ مختصر نظموں اور قصیدہ ہیئت میں بھی اپنی فنی مہارت کا ثبوت دیتے ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھیں صنفِ نظم کے فنی لوازمات پر مکمل دسترس حاصل ہے۔ان کی نظمیں محض خارجی مشاہدات یا داخلی کیفیات کا بیان نہیں، بلکہ ان میں ایک واضح فکری سمت اور تہذیبی شعور بھی کارفرما ہے۔ وہ قلم کو انسانیت کی اصلاح کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان کی نظمیں امن، محبت اور عدل و انصاف جیسے آفاقی پیغامات کی حامل ہیں۔ ان کا یہ فکری اور فنی امتزاج انھیں اردو نظم کے جدید منظر نامے میں ایک اہم اور قابلِ ذکر شاعر کے طور پر مستحکم کرتا ہے۔

کرامت بخاری کی ادبی شخصیت کا ایک اہم پہلو اُن کی تنقید نگاری ہے۔ اگرچہ وہ بنیادی طور پر ایک شاعر ہیں، لیکن انھوں نے نثری میدان میں، بالخصوص تاثراتی تنقید میں، گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ تنقیدی تاثرات ان کی تنقیدی بصیرت اور ادبی شعور کا عمدہ نمونہ ہے۔

کرامت بخاری کا تنقیدی رویہ کسی جامد نظریے یا دبستان کا پابند نہیں، تاہم ان کا دائرۂ کار بنیادی طور پر تاثراتی تنقید کے زمرے میں آتا ہے۔ وہ کسی بھی فن پارے یا شخصیت کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنے ذاتی تاثرات، محسوسات اور تجزیے کو سادگی اور خلوص کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ وہ خود اپنی کتاب کے پیش لفظ میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> تنقیدی تاثرات دراصل باقاعدہ تنقیدی مضامین نہیں ہیں، اور نہ ہی یہ سائنسی، تاریخی، تخلیقی یا نفسیاتی تنقید کے ذیل میں آتے ہیں بلکہ انھیں آپ عصرِ حاضر کے

تخلیق کاروں تخلیقی تعارف سمجھ لیجیے جو صنفی رموز و علائم کو مد نظر رکھتے ہوئے تاثراتی انداز میں لکھا گیا۔[۲۱]

ان کا مقصد فن پارے کی پیچیدہ فنی بحثوں میں الجھنے کے بجائے اس کی خوبیوں کو اجاگر کرنا اور قاری کو اس کے مطالعے کی ترغیب دینا ہے۔ وہ ایک شفیق استاد کی طرح نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور ان کی تخلیقات میں موجود امکانات کی نشان دہی کرتے ہیں۔ تنقیدی تاثرات میں شامل مضامین کرامت بخاری کے مثبت تنقیدی رویے کا بہترین مظہر ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے مولانا چراغ حسن حسرت، قرۃ العین حیدر، اشفاق احمد، منیر نیازی اور احمد ندیم قاسمی ایسی عہد ساز شخصیات سے لے کر اپنے دور کے نوجوان شعرا و ادبا تک، سب کی تخلیقات پر قلم اٹھایا ہے۔

ان کا تنقیدی اسلوب معروضی اور تعارفی نوعیت کا ہے۔ وہ کسی بھی تخلیق کار کے کام کا جائزہ لیتے ہوئے صرف اس کے محاسن پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔ ان کا مقصد عیب جوئی یا تنقیص نہیں بلکہ فن پارے کی قدر و قیمت کا تعین اور اس کی تحسین ہے۔ مثال کے طور پر، وہ مشکور حسین یاد کی غزل کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> مشکور حسین یاد غزل کی روایت سے نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ اس کی روایت کے امین بھی ہیں۔ نئی فکر، نیا مشاہدہ، اور نئے سوچ کے بھی نمائندہ ہیں۔۔۔ مشکور صاحب ذات، کائنات اور انسان کی تثلیث بناتے ہیں۔[۲۲]

اسی طرح وہ نئے شعرا کی پذیرائی کھلے دل سے کرتے ہیں اور ان کے کام کو ادبی منظر نامے کے لیے اہم قرار دیتے ہیں۔ اکرام تبسم کے فن پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کا کہنا ہے:

> چھوٹی چھوٹی بحروں میں بڑی بڑی باتیں سمو دینے کا فن اکرام تبسم کے پاس موجود ہے اور وہ اس فن کو اتنی آسانی سے ابلاغ سے ترسیل کی سطح پر لے آیا ہے جو صرف اسی کا حصہ ہے۔[۲۳]

کرامت بخاری کا یہ مثبت، حوصلہ افزا اور تاثراتی تنقیدی انداز اگرچہ روایتی سائنسی تنقید کے معیارات پر پورا نہیں اترتا، لیکن اس کی اہمیت اس بات میں ہے کہ یہ ادب کی تفہیم اور نئے لکھنے والوں کی

سرپرستی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ وہ اپنی تنقید کے ذریعے ادب اور قاری کے درمیان ایک پل کا کام کرتے ہیں اور ہمارے عہد کی ادبی تاریخ مرتب کرنے میں ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

کرامت بخاری کا فنی سفر تین اہم جہتوں پر استوار ہے۔ بحیثیت غزل گو، وہ کلاسیکی روایت کے امین ہوتے ہوئے بھی جدید حسیت کے ترجمان ہیں۔ ان کی غزل میں سادگی، سلاست اور سہلِ ممتنع کا وہ ہنر ملتا ہے جو انھیں میرؔ اور حسرتؔ کی روایت سے جوڑتا ہے۔ انھوں نے محبت، انسانی رشتوں، سماجی مسائل اور کربلا کے استعارات کو اپنی غزل کا موضوع بنا کر اسے فکری گہرائی عطا کی ہے۔ بحیثیت نظم گو، انھوں نے موضوع اور ہیئت کے کامیاب تجربات سے اپنی فنی دسترس کا ثبوت دیا ہے۔ فطرت کی عکاسی سے لے کر ذات کے کرب اور معاشرتی حقیقت نگاری تک، ان کی نظمیں وسیع کینوس کی حامل ہیں۔ بحیثیت نقاد، ان کا منہج تاثراتی اور رویہ مشفقانہ ہے۔ وہ فن پاروں کی تحسین اور نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کو اپنا مقصد سمجھتے ہیں، جو ان کے تعمیری ادبی کردار کو واضح کرتا ہے۔ افتخار عارف ان کی شاعری کی اسی ہمہ گیریت کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

> کرامت بخاری دھیمے لہجے کا شاعر، کرامت بخاری شاعرِ شعلہ بیان ہے۔ کرامت بخاری کی شاعری میں غنائیت کا عنصر نظر آتا ہے۔ آہنگ، اصوات، بحریں اور ردیفیں یہ سب مل کر تخلیقی سطح پر مصرعے کی موسیقیت میں اضافہ کرتی ہیں۔[۲۴]

مجموعی طور پر، کرامت بخاری کی ادبی خدمات کا جائزہ یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ عصرِ حاضر کے ایک اہم اور قابلِ ذکر ادیب ہیں۔ ان کی شاعری کا دھیما اور پروقار لہجہ، موضوعات کا تنوع اور ان کے فن میں موجود خلوص اور سچائی انھیں انفرادیت عطا کرتی ہے۔ انھوں نے مشکل الفاظ اور پیچیدہ فلسفوں سے گریز کرتے ہوئے سادہ اور عام فہم زبان میں زندگی کے گہرے حقائق بیان کیے ہیں۔ ان کی شاعری کا یہی اسلوب اسے قاری کے دل میں اتار دیتا ہے۔ ڈاکٹر سجاد باقر رضوی نے ان کے شعری سفر کے آغاز ہی میں ان کے روشن مستقبل کی جو پیش گوئی کی تھی، وہ آج ایک حقیقت بن چکی ہے:

> ابھی ان کی شاعری کا جواز جذبے کا خلوص، احساس کی صداقت اور حیاتی تجربے کی تازگی ہے۔ جو ان کی غزلوں میں بکھری ہوئی ہے۔ یہاں آپ کو وہ نئی سی فضا ملے گی، جس کی سوندھی مہک نئے امکانات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔[۲۵]

کرامت بخاری کی شاعری اور نثر اردو ادب کے لیے ایک گراں قدر سرمایہ ہیں اور ان کا کام مستقبل کے محققین اور قارئین کے لیے رہنمائی کا باعث بنتا رہے گا۔

حوالہ جات

۱۔ بحوالہ: سرفراز علی حسین (مرتب)، حرفِ صاد (لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، مارچ ۲۰۱۰ء)، ۲۹۔
۲۔ ڈاکٹر سجاد باقر رضوی، ''تشنگی کا شاعر''، مشمولہ: حرفِ صاد، مرتبہ: سرفراز علی حسین، ۳۳۔
۳۔ کرامت بخاری، انٹرویو راقم، بمقام ڈائریکٹر جنرل آڈٹ آفس ملتان F-363، بتاریخ ۶ ستمبر ۲۰۱۲ء۔
۴۔ کرامت بخاری، یادوں کا پیراہن (لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۴ء)، ۱۱۔
۵۔ ڈاکٹر اجمل نیازی، کرامت بخاری سے مکالمہ، مشمولہ: میگزین ڈیلی مشرق، لاہور، ۹ جنوری ۱۹۸۹ء۔
۶۔ عبدالحمید تبسم، انٹرویو از کرامت بخاری، مشمولہ: روزنامہ پاکستان، اسلام آباد، ۲ ستمبر ۱۹۹۷ء۔
۷۔ اشفاق حسین بخاری، ٹیلی فونک انٹرویو، راقم، بتاریخ ۷ ستمبر ۲۰۱۲ء۔
۸۔ عصمت زہرا، ٹیلی فونک انٹرویو، راقم، بتاریخ ۲۲ ستمبر ۲۰۱۲ء۔
۹۔ افتخار عارف، کرامت بخاری سے مکالمہ، مشمولہ: روزنامہ پاکستان، ۲۰ مارچ ۲۰۰۴ء۔
۱۰۔ کرامت بخاری، تشنگی (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، نومبر ۱۹۹۹ء)، ۴۳۔
۱۱۔ کرامت بخاری، کیوں جاگتے ہو؟ (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء)، ۲۶۔
۱۲۔ ڈاکٹر اجمل نیازی، کرامت بخاری سے مکالمہ، مشمولہ: روزنامہ مشرق، لاہور، ۱۸ اکتوبر، ۱۹۸۹ء۔
۱۳۔ کرامت بخاری، کیوں جاگتے ہو؟، ۱۲۔
۱۴۔ کرامت بخاری، یادوں کا پیراہن، ۱۳۷۔
۱۵۔ کرامت بخاری، رنجِ رائیگاں (لاہور: شرکت پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۸ء)، ۲۵۔
۱۶۔ اکرام الحقؔ، ''خوب صورت نظموں کا شاعر''، مشمولہ: حرفِ سادہ، مرتبہ: سرفراز علی حسین، ۲۱۵۔
۱۷۔ کرامت بخاری، تشنگی، ۸۳۔
۱۸۔ کرامت بخاری، رنجِ رائیگاں، ۳۶۔
۱۹۔ کرامت بخاری، کیوں جاگتے ہو؟، ۹۷۔
۲۰۔ کرامت بخاری، رنجِ رائیگاں، ۵۹۔
۲۱۔ کرامت بخاری، تنقیدی تاثرات (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء)، ۵۴۔
۲۲۔ ایضاً، ۵۴۔ ۲۳۔ ایضاً، ۷۷۔
۲۴۔ افتخار عارف، کرامت بخاری سے مکالمہ، مشمولہ: روزنامہ اساس، ۱۱ جون ۱۹۹۸ء۔
۲۵۔ ڈاکٹر سجاد باقر رضوی، ''تشنگی کا شاعر''، مشمولہ: حرفِ صاد، مرتبہ: سرفراز علی حسین، ۳۳۔